معاشی محاذ پر
نئے حل کی تلاش

تحریر: شہزاد مسعود رومی

پاکستان اس وقت حالت جنگ میں ہے اور اسے کثیر الجہتی جنگ میں ملکی سلامتی کے ہر محاذ پر جارحیت کا سامنا ہے۔ اس جنگ میں پاکستان کو ''یوگوسلاویہ منصوبے'' کے تحت نشانہ بنایا جارہا ہے۔ اس جنگ کا بنیادی ہدف پاکستان کی اندرونی وحدت، معاشرتی دھارے اور معاشی استعداد کو ختم کرکے اندر سے شکست وریخت سے دوچار کرنا ہے جیسا کہ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں یوگوسلاویہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ تمام محاذوں کی طرح، پاکستان کو معاشی محاذ پر بھی بھرپور جارحیت کا سامنا ہے جہاں ملکی تاریخ کے بدعنوان ترین حکمران کھلم کھلا ملکی دولت کی لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ تمام اہم ملکی ادارے بدعنوانی کے باعث معیشت کیلئے سفید ہاتھی بن چکے ہیں۔ حکومت اپنی جیبیں بھرنے کیلئے بلاواسطہ ٹیکس لگارہی ہے۔ اندرونی و بیرونی قرضے تاریخ کی بلند ترین سطح تک پہنچ چکے ہیں جس سے افراط زر کی شرح میں خوفناک اضافہ ہورہا ہے۔ حکومت آئی ایم ایف سے طے کردہ خفیہ شرائط کے تحت نئے ٹیکس لگانے پر مجبور ہے۔

اس منظّم معاشی جارحیت کے باعث معاشرتی عدم برداشت اور غم وغصہ پیدا ہورہا ہے۔ روزمرہ کی اشیائے صرف کی قیمتوں میں ہونے والے ہوشربا اضافے کے باعث عوامی غیض وغصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور ملک میں ایک بدترین خونی انقلاب کا خطرہ اب واضح طور پر منڈلا رہا ہے۔ یہ سب ایک ایسے وقت میں ہورہا ہے جب ملکی افواج اندرونی و بیرونی بغاوتوں کے سدباب میں مصروف ہیں، دہشت گردی نے شہروں میں امن عامہ کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے، پاکستان کو اپنی تاریخ میں پہلی بار ملک کی مغربی سرحد پر ایک حقیقی خطرے کا سامنا ہے اور روایتی دشمن بھارت خاص پاکستان کیلئے تیار کردہ سرد آغاز حکمت عملی کے تحت اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کررہا ہے۔

مگر اس سے زیادہ افسوناک امر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ملکی دفاع کے ضامن ادارے محض ''نظام'' بچانے کیلئے معاشی بدحالی کو مکمل نظرانداز کیے ہوئے ہیں جبکہ معاشی بدحالی کے باعث ملکی سلامتی بڑی حد تک خطرے سے دوچار ہوچکی ہے۔ ملک کی معاشی اور سلامتی کی صورتحال بہت مخدوش ہے کیونکہ کثیر الجہتی جنگ کے خلاف تمام تر توجہ فوجی اور سیاسی کوششوں پر مرکوز ہے اور اس حقیقت کو فراموش کردیا گیا ہے کہ معاشی محاذ بھی نہایت اہم ہے۔ اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے بدعنوان حکمرانوں کی وجہ سے پاکستان کو معاشی محاذ پر کئی سمجھوتے کرنا پڑے ہیں۔ یہ سمجھوتے ملک کیلئے تباہ کن ثابت ہوئے ہیں کیونکہ ان کی بدولت ملک کے اندرونی معاملات میں غیر ملکی مداخلت نے جنم لیا ہے۔ یہ مداخلت تب تک جاری رہے گی جب تک کہ معاشی محاذ کو ملکی سلامتی کیلئے ملک کے جوہری اور تزویراتی معاملات کی طرح اہم نہیں سمجھا جاتا۔

ملکی عدلیہ بھی بدعنوانی کے خاتمے اور حکمرانوں کی

جانب سے ملکی دولت کی لوٹ مار کو روکنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ معاشی بدحالی کے تزویراتی نتائج سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔

ابھی تک کسی بھی سطح پر اس بات کا ادراک نہیں کیا گیا کہ معاشی بدحالی خود کوئی علیحدہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ ملک کے خلاف جاری کثیر الجہتی جنگ کا ہی حصہ ہے جس کا مقصد پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کرنا ہے۔

سوویت یونین، یوگوسلاویہ اور زمبابوے کبھی مستحکم ممالک تھے مگر انہیں مغرب کی جانب سے معاشی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور افراط زر اور بدعنوانی اس جارحیت میں بنیادی ہتھیار تھے۔ یورپ کے بہت سارے ممالک میں جاری اقتصادی بحران نے یورپ کے چند مضبوط ممالک کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور اب یہ ممالک اپنے اثاثے بیچنے پر مجبور ہیں۔ پاکستان کی معاشی صورتحال وہی رخ اختیار کررہی ہے۔ ان ممالک میں پیسے چھاپنے کی وجہ سے انتہائی درجے کی افراط زر نے جنم لیا۔ پاکستان میں یہ رجحان واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۲۰۰۸ء سے جاری عالمی اقتصادی کساد بازاری کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کے ممالک، چین اور روس نے ڈالر کو چھوڑ کر اپنی اقتصادیات کی بنیاد اصل زر (سونے اور چاندی) پر رکھنی شروع کردی ہے۔

یہ عالمی معیشت کیلئے بہت نازک وقت ہے مگر اس معاشی ڈھانچے میں بہتری لانے کا کوئی طریقہ موجود نہیں ہے۔ کاغذی دولت پر قائم موجودہ معاشی نظام کا اصل زر (سونے اور چاندی) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نظام کے اندر یہ اہلیت اور عزم ہی نہیں جو اسے تاریخی طور پر کامیاب اصل نظامِ زر کی طرف واپس لے جائے۔

پاکستان کی اقتصادی بدحالی کی دو اہم وجوہات ہیں:

۱۔ بدترین بدعنوانی اور ملکی دولت کا ضیاع۔

۲۔ کاغذی دولت اور بینکاری نظام جو سود اور ربا پر مبنی ہے۔

پہلا مسئلہ ایک انتظامی بحران ہے جو مالی بدعنوانی کے خلاف قوانین کے سخت ترین اطلاق کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ آسان مرحلہ ہے۔ قیادت کیلئے اصل امتحان تباہ کن اقتصادی منصوبہ اور تباہ ہوتے ہوئے سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور اس کے بجائے ایک ایسے نظام کو تشکیل دینا ہے جو اصل نظامِ زر پر استوار ہو اور ہمارے ماحول، خطے اور وسائل سے بھی ہم آہنگ ہو۔

یہ کام جتنا کٹھن ہے اس کا اجر اتنا ہی بڑا ہے۔ یہ ایک لازمی ذمہ داری ہے اور موجودہ عالمی اقتصادی بحران میں اس کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے تاکہ پاکستان مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کو ترک کر کے ایک خود ساختہ نظام واضح کرے جو ہماری سلامتی اور آبرو کا ضامن ہو۔

ملک کی معاشی صورتحال:

پاکستان کی معاشی صورتحال بدعنوانی اور ناقص منصوبہ بندی پر مکمل گرفت نہ ہونے کے باعث دن بدن خراب ہوتی جارہی ہے۔ ذیل میں دیئے گئے چند اشارے ملکی معاشی صورتحال کی منظرکشی کرتے ہیں۔

☆ پاکستان دنیا کے بدعنوان ترین ممالک میں ۴۲ ویں سے ۳۴ ویں نمبر پر آ گیا ہے۔

☆ پاکستان کے اندرونی اور بیرونی قرضوں کا مجموعی حجم تاریخ ساز سطح ۱۰ کھرب روپے (یا ۱۱۷ ارب ڈالر) تک جا پہنچا ہے۔ کیونکہ حکومت نے معاشی ذمہ داری اور قرضوں کی حد کے قانون کو توڑتے ہوئے قرض لینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

یہ صورتحال انتہائی گھمبیر ہے۔ ۲۰۰۸ء میں ہر شہری ۲۲۰۰۰ روپے کا مقروض تھا جبکہ صرف تین سالوں میں ہر شہری ۵۷۰۰۰ روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ (۱۵۹ فیصد اضافہ) یہ ایک بھیانک اضافہ ہے۔ خاص طور پر اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ملک کی قریباً ۴۰ فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

☆ افراط زر اور معاشی بدانتظامی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اب ملک میں فسادات کا ایک واضح خطرہ موجود ہے۔ پاکستان میں افراط زر کی شرح ۱۵ فیصد (جنوری ۲۰۱۱ء) تک جا پہنچی ہے جو کہ خطرناک ہے۔

☆ سوئس بینک کے ڈائریکٹر کے مطابق گزرے سالوں سے لیکر اب تک ملکی خزانے سے ۲۸ کھرب روپے (۳۳۰ ارب ڈالر) لوٹے جا چکے ہیں۔ جنہیں

بیرونی ممالک میں جمع کروایا گیا ہے۔ ڈوبے ہوئے قرضہ جات کا حجم بھی تیزی سے بڑھ رہا ہے کیونکہ ان قرضوں کی رقم کو بیرون ملک منتقل کیا جا رہا ہے۔

☆ ملک کے صنعتی ڈھانچے کو توانائی کے مصنوعی بحران کی وجہ سے نہایت منظم انداز میں ناکارہ بنایا جا رہا ہے۔

☆ آئی ایم ایف کے قرضے، بلواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکس اور پوری دنیا سے بھیک مانگنا ہی حکومت کیلئے دولت پیدا کرنے کے طریقے بچے ہیں۔

☆ اس وقت قرضوں کی واپسی پاکستان کے اقتصادی میزانیے پر سب سے بڑا بوجھ ہے۔ مجموعی ملکی میزانیے کا ۳۰ فیصد قرضوں کی واپسی میں استعمال ہوتا ہے مگر اس کے باوجود حکومت ہر اندرونی اور بیرونی ذریعے سے قرضوں کے حصول کیلئے کوشاں ہے۔

☆ بدعنوانی کے باعث ملکی ذرائع آمدورفت اور نقل وحرکت خصوصاً پاکستان ریلوے تباہی سے دوچار ہے۔

☆ ملکی صنعت کو توانائی کا بحران درپیش ہے۔ اس مصنوعی بحران کا مرکزی شکار کپڑے کی صنعت ہے۔ اس طرح گوجرانوالہ اور گجرات کے صنعتی کارخانے بھی توانائی کے بحران کا سامنا کر رہے ہیں۔ لاکھوں محنت کش اس کی وجہ سے بے روزگار ہو چکے ہیں۔

☆ پاکستان کی مجموعی آمدنی کے لحاظ سے قرضہ جات کی شرح ۶۱ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ عالمی بینک کے مطابق اگر یہ شرح ۸۰ فیصد تک ہوئی تو پاکستان کو اقتصادی طور پر دیوالیہ قرار دے دیا جائے گا۔

☆ بدعنوانی، ناکام حکمرانی اور عدم تحفظ کے باعث پاکستان سے سرمایہ باہر منتقل ہو رہا ہے۔

☆ حکومت کے زیر انتظام چلنے والے ادارے (پی آئی اے، پی ایس او، پیپکو، ریلوے) اس وقت ۳۰۰ ارب سالانہ خسارے کے ساتھ چل رہے ہیں۔

☆ قبائلی علاقہ جات میں جاری انسداد دہشت گردی کی جنگ کے باعث ملکی معیشت بری طرح سے دباؤ میں ہے۔ اس سے ملک کو دفاع پر زیادہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔

☆ ملک میں اضافی بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت کے باوجود ملک کو توانائی کے بحران کا سامنا ہے جو ملکی صنعت و حرفت کیلئے وبال بنا ہوا ہے۔

معاشی تباہی کے اثرات:

معاشی صورتحال پر نظر ڈالنے کے بعد مناسب ہوگا کہ اس معاشی بدحالی کے ممکنہ اثرات خصوصاً تزویراتی اثرات پر ایک نظر ڈالی جائے۔

خونی انقلاب کی دستک:

فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں لاکھوں لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں کیونکہ حکومت توانائی کے بحران سے نمٹنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ لاکھوں لوگ پہلے ہی بے روزگاری اور مہنگائی کے خلاف سڑکوں پر احتجاج کر رہے ہیں چونکہ توانائی اور معاشی بحران سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں۔ لہذا یہ دیکھنا ہوگا کہ کب یہ لاکھوں لوگ اسلام آباد کا رخ کرتے ہیں۔ پاکستان اگلا مصر یا لیبیا بن سکتا ہے۔ حکومت کو اس طرح کے انقلاب کے ممکنہ ماحول کا ادراک نہیں ہے۔ ان روزگار کھونے والے محنت کشوں کے علاوہ پہلے سے بے روزگار اور محدود آمدنی والے طبقے بھی روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کا شکار ہو رہے ہیں۔

آمدنی پر ٹیکس لگانا سیدھی سادی چوری ہے۔ بلواسطہ یا بلاواسطہ ٹیکسوں کی وجہ سے پاکستان کا سفید پوش محنت کش طبقہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اصل دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ تمام ٹیکس جو ترقی کے نام پر لیے جاتے ہیں کبھی بھی صحیح جگہ پر استعمال نہیں ہوتے اور حکمران طبقہ اس دولت کو لوٹ لیتا ہے۔ یہ نہ صرف ملکی ترقی میں رکاوٹ ہے بلکہ عوام بھی اصل ترقی سے محروم رہنے کی وجہ سے غم و غصے میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

بین الصوبائی منافرت:

موجودہ حکومت کے دور میں بین الصوبائی منافرت میں خطرناک اضافہ ہوا ہے۔ عموماً پانی کی تقسیم صوبوں کے درمیان وجہ تنازع بنتی رہی ہے۔ مگر اب اس صوبائی جھگڑے میں گیس کی فراہمی بھی ایک اہم عنصر کے طور پر شامل ہو چکی ہے۔ یہ توانائی کے بحران کے علاوہ صوبوں خصوصاً پنجاب اور بلوچستان کے درمیان جھگڑے کی وجہ ہے۔ یہ توانائی کا بحران پاکستان میں لاکھوں محنت کشوں کو بے روزگار بنا چکا ہے۔

بیرونی سرمایہ کاری کا انحطاط:

یہ ملکی معاشی بدحالی کا ایک اہم پہلو ہے جس کی وجہ سے ملکی ترقی متاثر ہوئی ہے۔ امن عامہ کی صورتحال کے علاوہ توانائی کے بحران اور صنعتی ڈھانچے کی تباہی نے بھی ملک میں بیرونی سرمایہ کاری کا راستہ روکنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ بحران اس حد تک جا پہنچا ہے کہ اب صنعت کار اپنے کاروبار دوسرے ممالک میں منتقل کر رہے ہیں۔

جرائم میں اضافہ:

بے روزگاری نے شہروں میں جرائم کو فروغ دیا ہے۔ یہ بظاہر ایک مقامی مسئلہ لگتا ہے مگر ہر بیروزگار ہونے والا نوجوان ملک میں جاری خفیہ جنگ میں ملوث دہشت گرد گروہوں کے لیے ایک ممکنہ اثاثہ بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں دہشت گردوں کی موت کے باوجود باغی ابھی تک شورش زدہ علاقوں میں منظم ہیں۔

قرضوں کا جال:

حکومت کو قرضوں کی واپسی کیلئے جاری مالی سال برائے ۲۰۱۰ء میں ۹۰۰ ارب روپے خرچ کرنا پڑے ہیں۔ جو کہ ملک کے ترقیاتی میزانیے کا ۵ گنا ہے۔

حکومتی انتظام کے تحت چلنے والے ادارے بھی اپنی ادائیگیاں کرنے سے قاصر ہیں جسکی وجہ سے وہ قرضوں کے ایک بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پی ایس او کے قرضوں کا بحران اس کی صرف ایک مثال ہے۔

معاشی بدحالی کی وجوہات:

پاکستان کے ممکنہ دستیاب معاشی وسائل اور موجودہ صورتحال کا طائرانہ تجزیہ ہی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ کس طرح پاکستان کی اقتصادی ناکہ بندی کی جا رہی ہے۔

بدعنوانی:

۲۰۱۰ء میں سوئس بینک کے ڈائریکٹر نے عالمی ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ پاکستانیوں کے کھاتوں میں ۲۸ کھرب روپے یعنی ۳۳۰ ارب ڈالر موجود ہیں جو کہ لوٹ مار سے اکٹھے کر کے ان کھاتوں میں منتقل کیے گئے ہیں۔ اس رقم کے ساتھ پاکستان ۶۰ سال تک بغیر ٹیکس کے بجٹ بنا سکتا ہے۔ ہر پاکستانی کو ۶۰ سال تک بیس ہزار روپے ماہوار مالی معاونت فراہم کی جا سکتی ہے، ملک میں ۶ کروڑ روزگار کے مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ ملک کے کسی بھی دیہات سے اسلام آباد تک ایک چار رویہ سڑک بنائی جا سکتی ہے، ۵۰۰ خصوصی ترقیاتی منصوبوں کو مسلسل سرمایہ فراہم کیا جا سکتا ہے، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے ہمیشہ کیلئے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اوپر کی سطح پر پائی جانیوالی بدعنوانی نے ملک میں ذخیرہ اندازوں کو موقع فراہم کیا ہے کہ وہ روزمرہ کی اشیاء کی قیمتوں کا تعین کر سکیں۔

امن عامہ:

یہ ملک سے سرمائے کی منتقلی اور بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کی اہم ترین وجہ ہے۔ ملک میں جاری بغاوتیں اور دہشت گردی بیرونی سرمایہ کاروں کو ملک میں لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ بہت سے کپڑے کے کارخانے بنگلہ دیش منتقل ہو چکے ہیں۔ سرمائے کی پاکستان سے دوسرے ممالک کے بینکوں میں منتقلی میں بھی امن عامہ ایک اہم وجہ ہے۔

Fractional Reserve Banking اور پیسے کی چھپائی:

بینک رقم چھاپ کر سرمایہ پیدا کرتے ہیں مگر یہ رقم کسی بھی اصل دولت (سونا، چاندی) کی بجائے خود ہی چھاپی جاتی ہے۔ جس سے افراط زر پیدا ہوتا ہے اور مہنگائی جنم لیتی ہے۔ چونکہ بینکوں کو آپس کے قرضوں پر ایک خاص شرح سود حاصل ہوتا ہے لہذا وہ مزید رقم چھاپ کر مارکیٹ میں فراہم کرتے رہتے ہیں تا کہ جب بھی مرکزی بینک کسی بینک کو رقم فراہم کرے یا بینک آپس میں قرض لیں تو وہ اپنا مخصوص سود وصول کر سکیں۔

یہ نظام فقط بینکوں کو ہی فائدہ دیتا ہے۔ تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ یہ نظام کسی بھی معیشت کو استحکام فراہم نہیں کر سکا۔ چونکہ اس نظام کے تحت بینک خود ہی سرمایہ پیدا کرتے ہیں اور اس سرمائے پر سود سے اپنا منافع حاصل کر لیتے ہیں لہذا کوئی بھی ایسا نظام جو اصل دولت (سونے یا چاندی کے سکوں) پر مشتمل ہو۔ اس

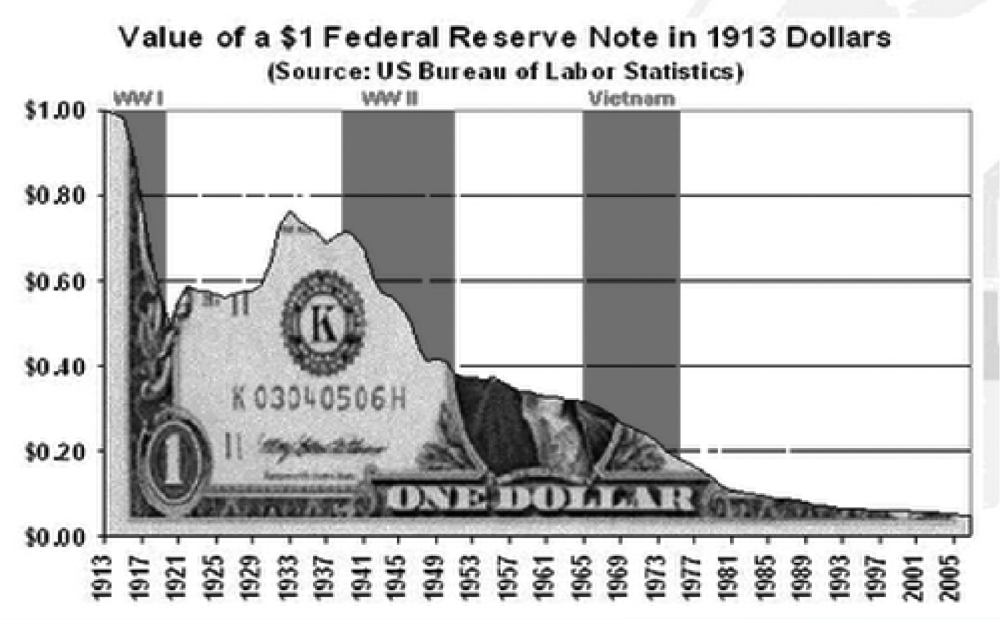

بینکاری کے جواز، ضرورت اور اس کی پیدا کردہ مصنوعی دولت کو سرے سے ختم کردے گا۔ اس لیے قوموں کو کاغذی دولت پر منحصر رکھنا اس بینکاری نظام کی اولین ضرورت ہے۔اس وجہ سے ڈالر کو عالمی سطح پر زرمبادلہ کی رقم کے طور پر لاگو کیا گیا۔اب یہ ایک دلچسپ لیکن تکلیف دہ حقیقت ہے کہ اب امریکہ کے علاوہ پوری دنیا کو اپنے زرمبادلہ کے ذخائر ڈالر میں رکھنے پڑتے ہیں اور اس کیلئے واحد چارہ برآمدات اور بیرون ملک سے ڈالروں کی ترسیل ہے مگر چونکہ ڈالر امریکہ کی مقامی رقم بھی ہے لہذا وہاں بینک پیسہ چھاپ کر معیشت کو چلا رہے ہیں۔

اس طرح پوری دنیا پر امریکہ کا معاشی تسلط پیدا کیا گیا حالانکہ امریکی قوم اور حکومت اپنے بینکوں کی ۲ء۸۱ کھرب ڈالر کی مقروض ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب یہ بینک امریکی حکومت سے بھی زیادہ طاقتور اور خودمختار ہیں۔

مگر کسی بھی دوسری رقم کی طرح بلاحساب نوٹوں کی چھپائی سے ڈالر کا بھی دیوالیہ نکل چکا ہے۔امریکہ کے مرکزی بینک کو امریکی جنگوں کے اخراجات پورے کرنے کیلئے دھڑا دھڑ ڈالر چھاپنے پڑ رہے ہیں۔نتیجتاً امریکہ عالمی تجارت پر اپنی گرفت کھو رہا ہے۔اوپر دیئے گئے گراف سے یہ بات واضح ہے کہ آنیوالے دور میں امریکی ڈالر عالمی سطح پر زرمبادلہ کی رقم نہیں ہوگی۔

پاکستان میں روپے کے ساتھ ڈالر والا سلوک ہو رہا ہے کیونکہ مرکزی بینک اوسطاً ۲ ارب روپے روزانہ چھاپ رہا ہے۔اسی وجہ سے گزشتہ ۳ سالوں کے دوران ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ روپے کی قدر میں ہونیوالی اصل کمی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی کہ نظر آتی ہے۔عام طور پر روپے کی قدر میں کمی کا پیمانہ امریکی ڈالر ہوتا ہے۔ڈالر خود تیزی سے اپنی قدر کھو رہا ہے لہذا اصل دولت (سونے) کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی بہت زیادہ ہے اور ملک میں سونے کی قیمت میں ہونیوالا ہوشربا اضافہ اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے۔

ناقص منصوبہ بندی:

ناقص منصوبہ بندی پاکستان کی معاشی سست روی میں اہم عنصر ہے۔ بہت سے منصوبے اور ادارے سیاسی بنیادوں پر چلائے جا رہے ہیں اور وہ کسی بھی طرح ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا نہیں کر پا رہے۔ اس کی بہترین مثال گوادر کی بندرگاہ ہے۔ایک بندرگاہ اس وقت تک کچھ کام نہیں دے سکتی جب تک اسے ریل اور سڑک کے ذریعے باقی ملک کے ساتھ نہ جوڑا جائے۔گوادر کو سڑک اور ریل کے ذریعے ملک کے شمالی حصوں سے منسلک کرنے کے بجائے مشرق میں واقع ایک اور بندرگاہ (کراچی) سے منسلک کر دیا گیا ہے۔

حکومتی ادارے جیسا کہ ریلوے اس وقت شدید مالی بحران کا شکار ہیں کیونکہ یہاں بے جا سیاسی مداخلت اور ناقص منصوبہ بندی کا عمل دخل رہا ہے۔ پوری دنیا میں ریل گاڑی سفر کیلئے استعمال ہونے والا سب سے بڑا ذریعہ ہے مگر پاکستان میں یہ شعبہ بری طرح نظرانداز کیا گیا اور اب زبوں حالی کا شکار ہے۔ ہر سال حکومت اس

شعبے کو اربوں روپے دیتی ہے مگر وہ سب بدعنوان وزرا اورافسران کی نذر ہو جاتا ہے۔

زراعت ملک کا سب سے بڑا اقتصادی شعبہ ہے۔۲ کروڑ لوگ اس سے براہ راست منسلک ہیں۔ مجموعی تخمینے کا ۲۱ فیصد اس شعبے سے حاصل ہوتا ہے مگر یہ بات قابل افسوس ہے کہ امسال اس شعبے کیلئے مختص رقم میں ایک فیصد بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ زرعی شعبے میں کسی بڑے منصوبے کا اعلان نہیں کیا گیا جو کہ مستقبل کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خوفناک امر ہے۔

احتساب کا فقدان:

عدالتی شعبے کی مکمل ناکامی نے بدعنوان عناصر کی حوصلہ افزائی کی ہے جبکہ سپریم کورٹ آئین کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ کو لاگو کرنے میں ناکام رہی ہے لہٰذا بدعنوان عناصر آزادانہ گھوم رہے ہیں۔ دوسری طرف احتساب کے ادارے سیاسی بنیادوں پر قائم کیے گئے ہیں اور وہ بدعنوانی کے خلاف جنگ میں بری طرح ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ عدالتی ناکامی کا عالم یہ ہے کہ آئین کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ کے تحت کسی ایک بدعنوان شخص کو کبھی سزا نہیں سنائی گئی۔ ملکی دولت کی حالیہ لوٹ مار اس وقت تک جاری رہے گی جب تک سپریم کورٹ آئین کو مکمل طور پر نافذ کروانے کی اپنی آئینی ذمہ داری پوری نہیں کرتی۔

اقتصادی منصوبہ بندی کا فقدان:

اقتصادی ترقی کے بھرپور مواقع موجود ہونے کے باوجود پاکستان میں آزادی کے بعد سے لیکر اب تک کوئی تزویراتی سطح کی معاشی منصوبہ بندی نہیں کی گئی ہے۔ پاکستان کا اصل سرمایہ اس کے قدرتی وسائل اور معدنیات ہیں۔ مگر بدقسمتی سے اعلیٰ سطح کی تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان ان کا صنعتی استعمال نہیں کر سکا۔

دوسری طرف ۱۹۶۰ء کی دہائی میں پاکستان نے زرعی شعبے میں زبردست ترقی کی مگر طویل مدتی تزویراتی معاشی منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے اس زرعی ترقی کا تسلسل برقرار نہیں رکھا جا سکا۔

دنیا نے اپنی توجہ زراعت سے صنعت پر مرکوز کر لی مگر پاکستان اس میدان میں بھی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا۔ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد پاکستان کا جغرافیہ بھی ایک بڑے قدرتی وسائل کی صورت میں سامنے آیا جس سے اقتصادی ترقی ممکن تھی مگر ایک بار پھر بدعنوانی اور ناقص منصوبہ بندی کی وجہ خطے میں توانائی وتجارت کی گزرگاہ بننے کا موقع گنوا دیا گیا۔

آج معدنی دولت کی صورت میں پاکستان کے پاس نادر مواقع موجود ہیں مگر ہمیشہ سے جاری بدعنوانی اور مخصوص مفادات کی حامل حکومتوں کی بدولت اس موقع سے بھی ابھی تک مکمل استفادہ نہیں کیا گیا۔ بیرونی کان کن کمپنیوں کے ساتھ غدارانہ شرائط پر مبنی معاہدات نے پاکستان کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ آج تک ہم اس بات کا تعین نہیں کر سکے کہ ہم نے اقتصادی بحالی کیلئے اپنی کس قدرتی دولت کو کیسے استعمال میں لانا ہے۔

زراعت، صنعت، معدنیات یا پھر جغرافیائی محلِ وقوع، پاکستان کسی بھی نقطے سے اس کا آغاز کر سکتا ہے مگر طویل مدتی منصوبہ بندی کے فقدان نے پوری معیشت کو نقصان پہنچایا ہے۔

پاکستان کی معاشی تشکیل نو:

(سفارشات)

پاکستان دنیا کے امیر ترین ممالک میں شامل ہے۔ اس کا سب سے بڑا اثاثہ اس کا نوجوان طبقہ ہے۔ اگر اس طبقے کو کام کرنے کے مواقع اور ماحول فراہم کیا جائے تو یہ طبقہ پاکستان میں معاشی انقلاب لانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ پاکستان کی ۵۰ فیصد سے زائد آبادی ۱۸ سے ۳۵ سال کے افراد پر مشتمل ہے۔

پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک منفرد محل وقوع رکھتا ہے جسکی بدولت اس کا شمار چند ایک ایسے ممالک میں ہوتا ہے جو ہر موسم میں مختلف اقسام کی فصلیں پیدا کر سکتے ہیں۔ پاکستانی زمین دنیا کی زرخیز ترین زمینوں میں شمار ہوتی ہے۔

تیزی سے ترقی کیلئے پاکستان کے معدنی ذخائر زبردست اہمیت کے حامل ہیں۔ تھر میں کوئلے کے ذخائر

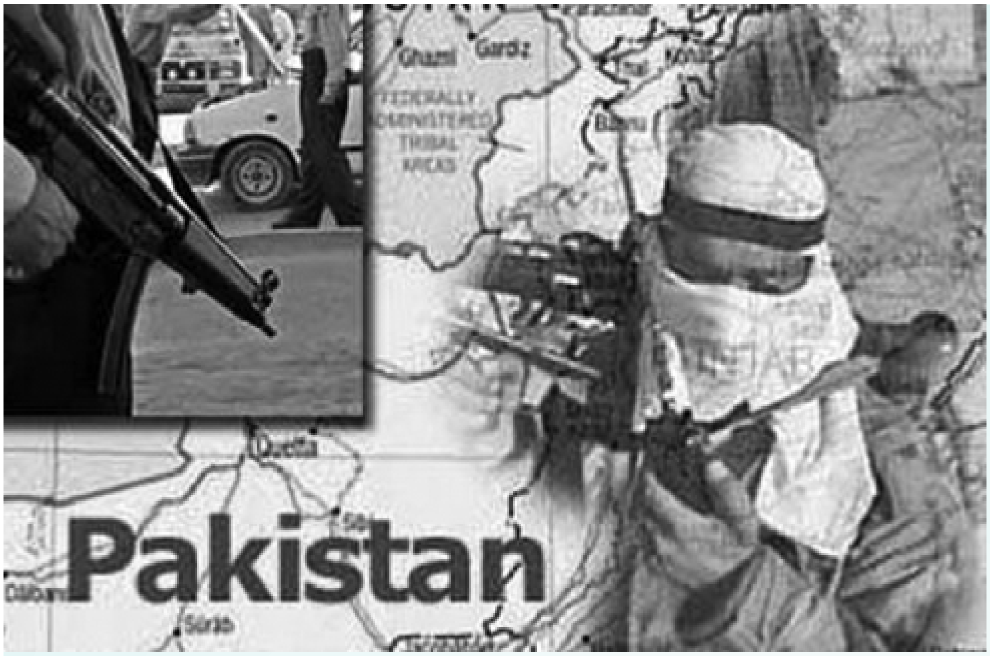

کا تخمینہ ۱۷۵ ارب ٹن ہے۔ جو کہ توانائی کے لحاظ سے ۶۱۸ ارب بیرل تیل کے برابر توانائی پیدا کرسکتے ہیں۔ یہ سعودی عرب کے تیل کے ذخائر کی توانائی پیدا کرنے کی استعداد سے چار گنا زیادہ ہے۔ اسی طرح ریکوڈک کی کانیں دنیا میں سونا اور قیمتی دھاتوں کے چند بڑے ذخائر میں سے ایک ہیں اور اس کی کل مالیت کا تخمینہ ۵۰۰ ارب ڈالر ہے۔

پاکستان کے بارے میں یہ تاثر یقیناً درست ہے کہ یہ ایک غریب ملک نہیں بلکہ بدانتظامی سے چلنے والا ملک ہے۔ موجودہ معاشی بدحالی اس کا واضح ثبوت ہے۔ مگر اس صورتحال کو بہتری کی جانب گامزن کیا جاسکتا ہے اگر چند مشکل اور جرات مندانہ فیصلے کیے جائیں۔ پاکستان بدعنوان اور نااہل عناصر کو فیصلہ سازی اور منصوبہ بندی سے الگ کرکے اپنے پاس موجود بے پناہ انسانی، زرعی، معدنی وسائل سے زبردست استفادہ کرسکتا ہے۔ مگر اقتصادی بحالی کیلئے بدعنوانی کا خاتمہ اولین شرط ہے۔ اس سلسلے میں چند سفارشات ذیل میں دی گئی ہیں۔

بدعنوانی کا خاتمہ:

اقتصادی جرائم کی بیخ کنی میں حائل تمام رکاوٹوں کے شوروغل کے باوجود مالی بدعنوانی کا خاتمہ ایک مضبوط سیاسی و عدالتی نظام کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ آئین کے اندر بدعنوان عناصر کو فیصلہ ساز اداروں سے باہر رکھنے کیلئے قوانین موجود ہیں۔

قیام پاکستان سے لیکر اب تک یہ عدالتی نظام کی بدترین ناکامی ہے کہ بدعنوان عناصر ہمیشہ فیصلہ ساز اداروں تک پہنچ جاتے ہیں جب کہ دیانتدار اور قابل افراد اس عمل کا حصہ نہیں بن سکتے۔ اوپر سے لیکر نیچے تک پھیلی ہوئی بدعنوانی کا باعث ہی بدعنوان عناصر ہیں۔ اب یہ سرطان اس قدر خوفناک ہوچکا ہے کہ اس سے نہ صرف بدحالی میں اضافہ ہورہا ہے بلکہ ملکی سلامتی بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔

اس گند کو صاف کرنے میں سپریم کورٹ کا ایک کلیدی کردار ہے۔ آئین کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ کو پوری طرح نافذ کرنا عدلیہ کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔ بدعنوان عناصر کو ملکی سیاست سے نکالنے کا وقت آگیا ہے۔ یہ سیاست دان ملک و قوم کو نامراد کرچکے ہیں۔ سپریم کورٹ کو بدعنوانی کے مقدمات نمٹانے میں اپنے التوا کو ختم کرنا ہوگا۔

لوٹی ہوئی دولت کی واپسی:

پاکستانی عدالتوں، ذرائع ابلاغ اور فوج کو لوٹی ہوئی ملکی دولت واپس لانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔ ملکی دولت کی لوٹ مار غداری ہے۔ اس غداری میں ملوث تمام افراد کو عبرت کا نشان بنانے کیلئے بے رحمی سے پھانسی چڑھادیا جانا چاہیے۔

دنیا میں کہیں بھی اس طرح کی غداری کی اجازت نہیں ہے۔ دنیا کے بہت سے ممالک جیسا کہ ایران اور چین میں بدعنوانی کی سزا موت ہے۔ پاکستان میں بھی یہی قانون نافذ ہونا چاہیے۔ جس بھی سیاست دان کے بیرون ملک اثاثے ہیں، اسے ملک کے سیاسی نظام کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ پاکستان اس بات کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ اس کے حکمران لٹیرے ہوں۔ بدعنوان حکمران نہ صرف قومی دولت لوٹ رہے ہیں بلکہ دنیا میں نئے عالمی نظام کی تشکیل میں استعماری قوتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ان کو عدالتوں کے ذریعے یا پھر کسی دوسرے طریقے سے اقتدار سے علیحدہ کردینا چاہیے۔ سیاسی نظام کیلئے ایک سخت حل کا وقت آپہنچا ہے۔

آئی ایم ایف کو تین سال کیلئے قرض کی واپسی معطل:

عالمی قوانین، قراردادوں اور معاہدات میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ کوئی ملک بیرونی قرضوں کی واپسی معطل کردے یا پھر قرض ختم کرنے کی استدعا کرسکے۔ ایسا ہی ایک قانون State of Necessity (مجبوری کی صورتحال) ہے۔ اس قانون کا اطلاق اس وقت ہوسکتا ہے جب اس بات کا خطرہ ہو کہ ملک اپنی عوام کیلئے نہایت بنیادی ضروریات فراہم نہیں کرسکتا (جیسا کہ صحت، تعلیم، خوراک، پانی، رہائش وغیرہ) اس قانون کے تحت قرضے ختم بھی کیے جاسکتے ہیں۔

تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں جب منتخب حکومتوں نے مقروض ممالک کی طرف State of

Necessity کو استعمال کرتے ہوئے قرضوں کی واپسی سے انکار کردیا۔ لاطینی امریکہ کے ممالک، ارجنٹائن، برکینا فاسو، میکسیکو، پیرو، پیراگوئے اور ایکواڈور ماضی میں یہ قانون استعمال کر چکے ہیں۔

اس قانون کے تحت پاکستان کے پاس بیرونی قرضوں کی واپسی معطل کرنے کا جواز موجود ہے کیونکہ اس وقت ملک معاشی اور سیاسی تباہی کے دہانے پر ہے۔ حالیہ زلزلے، سیلاب اور دہشت گردی کے خلاف جنگ اس وقت اس قانون کو استعمال کرنے کا کافی جواز فراہم کر سکتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی طرف سے ۱۹۹۹ء میں پیش کردہ قرارداد میں درج ہے کہ مقروض اقوام کے لیے بنیادی سہولتوں تک رسائی کو کسی بھی طرح اقتصادی اصلاحات، بہبود کے منصوبوں اور بنیادی ڈھانچے کی تبدیلی کے عمل کے زیر اثر نہیں ہونا چاہیے''۔

اسی طرح اقوام متحدہ کے بین الاقوامی قوانین سے متعلق کمیشن کی ایک قرارداد جو ۱۹۸۰ء میں پیش ہوئی، کے مطابق ''کوئی بھی قوم اپنے سکول، ہسپتال، یونیورسٹیاں اور عوامی ادارے محض اس لیے بند نہیں کر سکتی کہ اسے اپنے بیرونی قرضے واپس کرنے کیلئے پیسہ درکار ہے''۔

پاکستان کو عالمی مالیاتی اداروں کو قرضوں کی واپسی معطل کر دینی چاہیے تاکہ معیشت سانس لے سکے اور بیان کردہ دیگر سفارشات کو روبہ عمل لایا جاسکے۔ مالی وسائل کے اجرا میں تبدیلی سے ملکی معیشت کا پہیہ دوبارہ گھوم سکتا ہے اور صنعتی ڈھانچہ از سر نو استوار کیا جاسکتا ہے۔

امن عامہ کی صورتحال پر قابو پانا:

تاریخی طور پر صنعتی ڈھانچے کی زبوں حالی کو بیرونی سرمایہ کاری پاکستان لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ

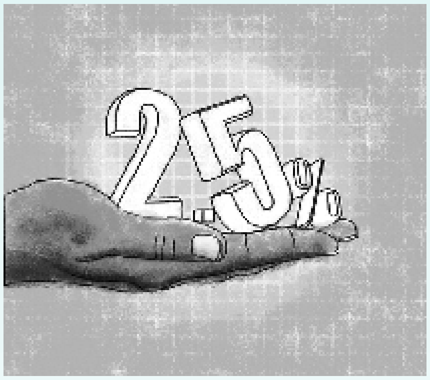

تصور کیا جاتا ہے۔ مگر ۹/۱۱ کے بعد دہشت گردی اور بغاوتوں نے نہ صرف بیرونی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کی ہے بلکہ مقامی سرمایہ کار بھی اپنے کاروبار دوسرے ممالک میں منتقل کر رہے ہیں۔

سرمائے کے ارتکاز کو ہر حال میں معکوس بنانا ہوگا اور اس کیلئے افغان جنگ کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانا ہوگا۔ پاکستان میں ہونیوالی ہر دہشت گردی کے تانے بانے افغانستان میں جڑے ہوئے ہیں۔ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان پہلی بار اس قابل ہے کہ افغان جنگ کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکے۔ اس کا جلد از جلد ختم ہونا ہی بہتر ہوگا۔

غیر اسلامی ٹیکسوں کا خاتمہ:

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اس کے آئین کے مطابق قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بن سکتا۔ مگر بدقسمتی سے اس کا معاشی نظام سود پر استوار ہے جہاں Fractional Reserve بینکاری کا ظالمانہ نظام قائم ہے۔ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہی نہیں بلکہ پاکستان کے آئین کے خلاف بھی ہے۔ اسلام میں آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جاتا بلکہ ٹیکس بچت پر لگایا جاتا ہے۔ پاکستانی عوام انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس جیسے ظالمانہ بلاواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں میں پس رہے ہیں۔ ٹیکسوں کا یہ دوہرا نظام ملک کی معاشی ترقی میں اہم رکاوٹ ہے۔ بلاواسطہ ٹیکس موجودہ معاشی نظام میں سب سے ظالمانہ عنصر ہے جہاں عام فرد کو اشیائے ضروریہ کی خرید و فروخت پر ہر دفعہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ صرف غریب طبقات ہی ان ٹیکسوں کا نشانہ بنتے ہیں جبکہ بدعنوان اور دولتمند لوگ آزادانہ گھومتے ہیں۔

یہ نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ آئین میں اسلامی ٹیکسوں (زکوٰۃ، عشر) کے قوانین کے باوجود پاکستانی عوام مغرب کے معاشی نظام کے تحت ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

اب وقت ہے کہ پاکستان کے معاشی نظام کو اسلامی ٹیکس نظام، بلاسود لین دین اور مقامی وسائل کی بنیادوں پر از سر نو ترتیب دیا جائے۔ عوام کو سہولت دینے کیلئے تمام تر غیر اسلامی ٹیکس ختم کرنے ہونگے۔ یہ ایک ممکنہ امر ہے بشرطیکہ پاکستان بدعنوانی کو سختی سے ختم کرے اور لوٹی ہوئی دولت کی وطن واپسی یقینی بنائے۔

اقتصادی گرو اس بات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ پاکستان بیرونی امداد، Fractional Reserve بینکاری اور موجودہ ٹیکسوں کے نظام کے بغیر ختم ہوجائے گا۔ اسی وجہ سے پاکستان ابھی تک زکوٰۃ اور عشر کا کوئی خود کار نظام نہیں اپنا سکا ہے۔ مگر یہ سب جھوٹ ہے۔ اس قسم کے خیالات کا پرچار کرنے والے دراصل موجودہ معاشی اور بینکاری نظام سے فائدہ حاصل کرنے والے لوگ ہیں۔

حضرت عمرؓ کے دور میں مسلم ریاست ۲۲ لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھی مگر اس دور میں بھی ہر صاحب نصاب شخص سے زکوٰۃ کی وصولی کیلئے طریقہ کار موجود تھا۔ خلافت عثمانیہ اپنے عروج کے وقت ایک کروڑ ۹۹ لاکھ مربع کلومیٹر رقبے پر پھیلی ہوئی تھی مگر انہوں نے اس وقت اسلامی معاشی نظام قائم کیا یہ اپنے وقت کی عظیم ترین تہذیب تھی۔ اگر وہ لوگ بغیر کسی جدید مواصلاتی نظام کے اس قابل تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ دور میں جب ہر طرح

کی جدید تکنیکاتی ایجادات موجود ہیں، یہ ممکن نہ ہو۔موجودہ معاشی نظام زکوۃ کے تصور کی ضد ہے۔زکوۃ ہمیں زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے کیونکہ زکوۃ کا اطلاق بچت پر ہوتا ہے۔مگر موجودہ نظام بچت کی ترغیب دیتا ہے اور ٹیکس کا اطلاق آمدن پر کرتا ہے۔

زکوۃ کا موجودہ نظام شفاف ہے نہ ہی اس میں زکوۃ صحیح طریقے سے اکٹھے کرنے کی سکت موجود ہے۔ اس کو تمام جدید طریقے استعمال میں لاتے ہوئے خلافت راشدہ کی طرز پر استوار کیا جانا ضروری ہے۔

زکوۃ اور عشر کے ایک پائیدار نظام ریاست کیلئے موجودہ ٹیکس نظام سے کئی زیادہ آمدنی کا ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔

Fractional Reserve کا خاتمہ:

پاکستان کا آئین اور جولائی ۱۹۴۸ء میں قائداعظمؒ کی اسٹیٹ بینک کے افتتاح کے موقع پر کی گئی آخری تقریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان میں سودی معاشی نظام نہیں چل سکتا۔مگر پاکستان میں مغربی معاشی قوانین اور Fractional Reserve بینکاری نظام موجود ہے۔قرضوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلے میں مرکزی بینک روزانہ دوارب روپے چھاپ رہا ہے۔اس سے پاکستانی روپے کی قدر میں کمی ہورہی ہے اور معیشت تباہی سے دوچار ہے۔ Fractional Reserve بینکاری اور سونے کی پشت پناہی کے بغیر روپے کا استعمال بتدریج ترک کرنا ہوگا۔بلاسود قرضوں کا اجراء کیا جانا چاہیے اور قرضوں کی معیشت سے چھٹکارا پانا ہوگا۔ بینکاری نظام کو بلاسود بنانا ضروری ہے۔

پاکستان کے بیت المال کو دوبارہ اسلامی طرز پر منظم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ عوامی دولت اور قرضوں کو شریعت کے مطابق استعمال کرسکے۔

زرمبادلہ کی تبدیلی:

تمام ملکی خزانے کو ڈالر سے سونے اور چاندی میں تبدیل کرنا ہوگا اور دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت سونے میں کرنے کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔تجارت میں خسارے اور منافع کو سال کے اختتام پر سونے کے تبادلے کے ساتھ پورا کیا جاسکتا ہے۔اس وقت امریکی ڈالر پاکستان کے زرمبادلہ کی کرنسی ہے مگر یہ امریکی معیشت کے ساتھ ساتھ ڈوب رہا ہے۔حقیقی طور پر پاکستان کو اپنے زرمبادلہ کے ذخائر سونے میں تبدیل کرنے ہوں گے مگر ڈالر سے چھٹکارا پانا ایک کم مدتی ترجیح ہونی چاہیے۔ چین، جرمنی، بھارت، جاپان اور روس سمیت دنیا کے کئی ممالک اپنے زرمبادلہ کے ذخائر کو سونے میں تبدیل کررہے ہیں۔چین سال کے اختتام تک اپنی تمام تجارت کو ڈالر سے یوآن میں تبدیل کرنے کا اعلان کرچکا ہے۔چینی صدر نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ زرمبادلہ کی رقم کے طور پر ڈالر اب ماضی کا قصہ ہے۔چین کے ساتھ اپنی تجارت کیلئے روس نے بھی ڈالر کا استعمال ترک کرنے کا اعلان کیا ہے جبکہ یورپی یونین پہلے ہی یورو کو اپنا چکی ہے۔ڈالر اب یورپ میں بہت سی رقم کی تبدیلی کی دکانوں پر بھی قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ ایمسٹرڈیم میں۔جرمنی میں سونا نکالنے کیلئے خصوصی مشینیں نصب کی گئی ہیں۔سونا اب تجارت میں دوبارہ استعمال ہونا شروع ہوگیا ہے۔اب دنیا میں کسی بھی کاغذی رقم کی اصل قدر و قیمت کا شعور تیزی سے اجاگر ہورہا ہے۔کئی ایک امریکی ریاستوں نے سونے اور چاندی کے سکوں کا ایک متبادل رقم کے طور پر اجرا کررکھا ہے۔ Utah ایسا کرنے والی پہلی ریاست ہے۔امریکہ میں گزشتہ ۸۰ سالوں کے دوران پہلی بار سونے اور چاندی کے سکے دوبارہ لین دین کیلئے استعمال ہونے جارہے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ پاکستان فوری طور پر ڈالر کا زرمبادلہ کے طور پر استعمال ترک کرے اور تمام پاکستانی استعداد کے مطابق سونا اور چاندی خریدیں۔اس سے ملک میں ان دونوں کا ارتکاز بڑھے گا۔ہر شخص کیلئے سونا خریدنا یقیناً

ممکن نہیں ہوگا مگر اسکا ایک بہتر متبادل موجود ہے۔ یعنی چاندی۔ تاریخی طور پر انتہائی افراط زر میں چاندی نسبتاً ایک بہتر سرمایہ کاری ثابت ہوئی ہے اور اب بھی حالات کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔

آج کے دور میں سونے اور چاندی کی قیمتوں کا تناسب ۵۳:۱ ہے جو کہ تیزی سے کم ہو رہا ہے۔ اس فرق کو ختم کرنے کیلئے چاندی کی قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ ڈالر کے مقابلے میں سونا مہنگا ہوا تو چاندی کی قیمتیں اس کے مقابلے میں زیادہ بڑھی ہیں۔ عوامی سطح پر سونے اور چاندی کی خریداری ڈالر کے انہدام کو تیز تر کردے گی اور پاکستانی معیشت میں بہتری آسکتی ہے مگر اس سے پہلے پاکستان کیلئے نہایت ضروری ہوگا کہ وہ اپنے زرمبادلہ کو ڈالر سے کسی دوسری شکل میں تبدیل کرے۔

غذائی تحفظ کا یقینی بنانا:

پاکستان موسمی خشک سالی اور آفات کے علاقے میں واقع ہے لہذا ان حالات میں غذائی تحفظ کو یقینی بنانا نہایت ضروری امر ہے۔ یہ امر ابھی تک نظرانداز کیا گیا ہے۔ بلوچستان میں پاکستان کے پاس ایسے وسیع علاقے موجود ہیں جہاں کاشتکاری نہیں ہو رہی مگر زمینی پانی چند میٹر کی گہرائی میں موجود ہے۔ آج تک کسی حکومت نے اس طرف توجہ نہیں دی کہ اس علاقے کو زیر کاشت لاکر پاکستان نہ صرف اپنی بلکہ برادر اسلامی ممالک جیسا کہ سعودی عرب کی غذائی ضروریات بھی پوری کرسکتا ہے۔ مگر ایسا کوئی بھی منصوبہ اس وقت تک ایک خواب رہے گا جب تک کہ پاکستان غلے کی برآمد پر مکمل پابندی عائد نہیں کرتا اور زائد اجناس جمع کرنے کیلئے مناسب بندوبست نہیں کرتا۔

بلوچستان میں وسیع رقبے کو زیر کاشت لانے کیلئے درکار سرمائے کیلئے پاکستان دوست ممالک کے ساتھ مشترکہ منصوبے شروع کرسکتا ہے۔ حکومت پاکستان ان ممالک کو تیار فصل ایک مخصوص ادائیگی کے بعد پاکستان سے لے جانے کی اجازت دے۔

بلوچستان میں اس قسم کی کاشت کاری سے پاکستان کی مقامی زراعت کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا کیونکہ پانی نہری نظام کی بجائے زیرزمین ذخائر سے ہی حاصل کیا جائیگا۔

اسی طرح کے منصوبے لائیو سٹاک (یعنی مویشی) کے شعبے میں بھی شروع کیے جاسکتے ہیں۔ گوشت کی برآمد سے زرمبادلہ کا حصول بھی ممکن ہے اور بلوچستان ہی وہ خطہ ہے جو پاکستان کیلئے کامیابی کی کنجی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری کی مدد سے بلوچستان میں وسیع فارمز بنائے جاسکتے ہیں۔

پاکستانی بھی ان کے تجربات سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس قسم کی سرمایہ کاری ملک کی مقامی منڈی میں گوشت کی قیمت کم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرسکتی ہے۔

معدنی دولت کا استعمال:

موجودہ دور میں پاکستان کی اہم درآمدات تیل اور دیگر کیمیائی اجزاء ہیں جو توانائی کی پیداوار سے متعلق ہیں۔ یہ نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ ملک میں **پانی، گیس، ہوا اور سورج سے توانائی کے حصول کے بہترین مواقع موجود ہونے کے باوجود پاکستان اپنی توانائی کی ضروریات کیلئے درآمد شدہ تیل پر انحصار کررہا ہے جس سے ملک کا قیمتی زرمبادلہ خرچ ہو رہا ہے۔**

پاکستان تھر کے کوئلے اور ریکوڈک کی کانوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہاں کان کنی کی اجازت اس صورت میں دی جانی چاہیے کہ کوئی بھی کان کن کمپنی مقررہ مقدار کا ۴۰ فیصد پہلے ادا کرے گی چونکہ دونوں ذخائر کی مالیت اربوں ڈالر ہے، اجازت نامہ کی فیس سے ہی ملک میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری بہت کم وقت میں لائی جاسکتی ہے۔

میزانیہ (ایک فرضی نمونہ):

دہائیوں تک آئی ایم ایف اور عالمی بینک اور ان کے تنخواہ داروں نے پاکستانیوں کو یہ بتایا کہ پاکستان قرضوں اور بینکاری کے موجودہ نظام کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ملک کو اسلامی معاشی نظام کے تحت چلانے کی ہر بحث پر ملک کے بینکاروں اور معاشی ماہرین نے شدید نکتہ چینی کی۔ اب بھی سود اور رباء کے بارے میں مقدمہ سپریم کورٹ میں التواء کا شکار ہے۔ یہ تک کہا گیا کہ موجودہ معاشی نظام کے بغیر پاکستان ایک میزانیہ بھی تیار نہیں کرسکتا۔

آئی ایم ایف اور تنخواہ دار ماہرین نے ہمیشہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملک میں زکوٰۃ کا نظام بنانا ناممکن ہے۔ ان ماہرین کے تیار کردہ میزانیے میں کبھی بھی بلواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کے بجائے متبادل آمدنی کے ذرائع تلاش نہیں کیے جاتے۔ ان ٹیکسوں نے غریب آدمی کی کمر توڑ دی ہے۔ میزانیے ہمیشہ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا ہوتا ہے۔

اس مفروضے کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کی غرض سے ایک فرضی تخمینہ نیچے دیا گیا ہے۔ یہاں اس کا کل حجم ۳۰۰۰ ارب روپے رکھا گیا ہے۔ یہ فرضی میزانیہ اس بات کا تصور کرتا ہے کہ اوپر بیان کی گئی تمام معاشی اصلاحات کرلی گئی ہیں۔ تمام اعداد و شمار موجودہ میزانیے سے لیے گئے ہیں۔

نیچے دیا گیا میزانیہ فرض کرتا ہے کہ

۱۔ موجودہ بدعنوان حکومت کا خاتمہ ہوچکا ہے۔

۲۔ عشر اکٹھا کرنے کا اختیار صوبوں سے مرکز کو دے دیا گیا ہے۔

۳۔ تمام لوٹی ہوئی دولت واپس ملک میں لائی جاچکی ہے۔

کل میزانیہ: ۳۰۰۰ ارب روپے

آمدنی کے ذرائع:

زکوٰۃ۔ ۲۵۰

عشر۔ ۳۵۰

قدرتی وسائل (گیس و تیل) ۵۰۰

حکومتی آمدن۔ ۲۰۰

درآمدات پر ڈیوٹی (۲۰ فیصد شرح کے ساتھ)۔ ۴۰۰

بدعنوانی کی رقم کی وصولی۔ ۷۰۰

بیرونی سرمایہ کاری۔ ۵۰۰

حکومتی اخراجات میں کمی۔ ۱۰۰

کل۔ ۳۰۰۰ ارب

اس نظام میں کوئی انکم اور سیلز ٹیکس موجود نہیں جس سے عوام کو بڑے پیمانے پر سہولت حاصل ہوگی۔ ٹیکس نہ لگانے کا سب سے بڑا فائدہ پیداواری لاگت کی کمی اور ترسیل کے ذرائع سستے ہونے کی صورت میں برآمد ہوگا کیونکہ تیل اور ایندھن کی قیمتیں بہت کم ہوجائیں گی۔

بیرون ملک مقیم تقریباً ایک کروڑ پاکستانی انتہائی محبّ وطن ہیں اور وہ ملک میں بہت بڑے بڑے ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کرسکتے ہیں بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ ان کی حکومت مخلص ہے اور ان کا سرمایہ محفوظ رہے گا۔ اور ان کے ساتھ قابل عزت سلوک کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں۔ ماضی میں بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری فقط اس وجہ سے رک گئی کہ بدعنوان حکمران اس میں اپنا حصہ اور رشوت وصول کرنا چاہتے تھے۔

اختتام:

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان بہت کم عرصے میں ایک زبردست اقتصادی طاقت بن سکتا ہے وہ بھی فقط اپنے وسائل اور ملکی دولت پر انحصار کی بدولت شرط صرف اتنی ہے کہ اس کیلئے ہمیں ایک محبّ وطن، ایماندار اور مخلص قیادت کی ضرورت ہے۔ اس قیادت کو بدعنوانی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے انتہائی جارحانہ انداز اپنانا ہوگا۔ پاکستان کی معاشی بدحالی میں ان عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ حساس وقت ہے اور فوری اقدامات کا متقاضی ہے۔ پاکستان معاشی تباہی کے باعث اپنی آزادی، آبرو اور سلامتی کو کھونے کے در پر ہے۔ یہ معاشی تباہی سراسر خودساختہ ہے اور جان بوجھ کر برپا کی جارہی ہے۔ سپریم کورٹ اور فوج کے پاس نااہل اور بدعنوان سیاسی اشرافیہ کی تزویراتی غلطیوں اور ناقص منصوبہ بندی کو ٹھیک کرنے کیلئے زیادہ وقت نہیں ہے۔ اقتصادی تباہی کا سلسلہ بہت ہی تیز ہے۔

ملکی سلامتی میں موجودہ معاشی تباہی اور دنیا سے بھیک مانگنا کمزور ترین کڑی ہے۔ اگر پاکستان نے امت مسلمہ کی قیادت سنبھالنی ہے اور خطے اور عالمی سیاست میں ایک فعال کردار ادا کرنا ہے تو اسے اقتصادی غلامی کی زنجیر توڑنا ہوگی۔

ایک عظیم مستقبل پاکستان کا منتظر ہے۔ پاکستان نے اس کے ادراک میں بہت وقت گنوایا ہے۔ اب ہمارے پاس وہ صلاحیت، وسائل، اہلیت اور نظریہ موجود ہے جسکی بدولت اس مستقبل کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں صرف عزم اور جرأتِ کردار کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس منزل کو حاصل کرسکیں جسے باقی لوگ ناممکن تصور کرتے ہیں۔ انشاءاللہ یہ ضرور کیا جائیگا۔

پاکستان پائندہ باد!